

جہنّم کے سوداگر

THE TRADERS OF HELL

Episode 3
شیطان کو بلید ان

محمد جبراں
ایم فل اسکال
راوی وقار علی جان

یادگار سوسائٹی ڈیاٹ کام

شیطان کو باید ان (تیسرا قسط)

1997 میں جب ڈیوڈ افغانستان میں تحریک الشیر تنظیم کے سربراہ ابو

المسعود کا مہماں بناتا تو اس گروپ کے اندر ہمارے جاسوس پہلے سے ہی موجود تھے۔ جو اس کی تمام خبریں اسلام آباد ہمارے ہیڈ کواٹر میں پہنچا رہے تھے، اس کے روزو شب کی ہر قسم کی نقل و حرکت کی مکمل اطلاع ہمیں ملتی تھی۔ یہ کہاں جاتا تھا اسکی کن سے ملاقاتیں ہوتی تھیں یہ اور بہت کچھ۔ اس کے علاوہ ڈیوڈ کے وہاں ٹھہر نے کا مقصد تحریک الشیر تنظیم کے سربراہ ابوالمسعود کو امریکہ روانہ کرنے کے حوالے سے تمام انتظامات اور ہدایات دینا تھیں۔ اس مقصد کے لئے اسے تمام ضروری کاغذات اور کوڈز دینا تھے تاکہ امریکہ جا کر اسے کسی قسم کی کوئی دشواری نہ ہو۔ یہ سب کچھ وہ ایک بیگ میں لے کر آیا تھا جس میں سفری سامان کے علاوہ ڈیوڈ کی دیگر ضروریات زندگی کی چیزیں بھی موجود تھیں۔ ابوالمسعود کا کوڈ نام جان ہمیں **John Hitman** تھا اور اسے امریکہ خصوصی طور پر کرنل اثر سے ملنے کے لئے بھجوایا جا رہا تھا۔ اس کے لئے ان کی تیاری پہلے سے ہی زبانی طور پر ٹیلی فون پر ہو گئی تھی اب ڈیوڈ کے آنے سے اس پر باقاعدہ عمل درآمد ہو رہا تھا۔ نائن الیون سے قبل ہی اسے تمام ماسٹر پلان کی تیاری کروانا مقصود تھا، اس کے لئے اس کا امریکہ آنا بہت ضروری تھا۔ جس طریقے سے ڈیوڈ افغانستان پہنچا تھا بالکل اسی طریقے سے ابوالمسعود نے جانا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے اپنی دھاڑی شیو کرالی تھی اور ڈیوڈ نے پاکستان میں داخل ہونے سے قبل دھاڑی رکھ لی تھی اور اس نے وہاں قریباً دو ہفتے قیام کیا تھا۔ ان دو ہفتوں میں اس کی خوب آؤ بھگت اور مہماں نوازی ہوئی تھی۔ اس کی پسند کی خصوصی شراب کا بھی بندوبست ہوا تھا جس سے صبح شام اس کی تواضع ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اسے افغانستان کا ایک خصوصی پکل بھی

کھلایا گیا تھا اس کی خدمت کے لئے باقاعدہ کئی ملازم مقرر تھے جو ہر وقت اس کی خدمت پر معمور رہتے تھے۔ چونکے ان دونوں وہاں جنگ نہیں ہو رہی تھی اور ہر طرف امن و امان کی صورت حال تھی لہذا انسانی اسمگنگ سے لیکر ہر قسم کی دیگر ممنوعہ چیزوں کی کھلے عام خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ بلکہ افغانستان کی معیشت کا دار و مدار ہی انہی چیزوں پر تھا۔ سرحد کے اس پار اور اس پار آنے جانے کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی بار ڈر نام کے کسی لفظ سے وہ لوگ نا آشنا تھے اس کو تو وہ سرے سے تسلیم بھی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ

پاکستان کی اپنی پالیسی بھی افغان دوستی پر مبنی تھی اسی لئے بارڈر کھلار کھا گیا تھا اور ہماری فوج بھی بھارت کے بارڈر پر زیادہ ہوتی تھی ہمیں کبھی بھی ایران اور افغانستان سے کسی بھی قسم کا نظرہ نہیں رہا۔ سویت یونین کی جنگ کے بعد افغان مہاجرین کی ایک بہت بڑی تعداد پاکستان میں آ کر بس گئی تھی انہوں نے اپنے کاروبار یہاں شروع کر دیئے تھے۔ چونکہ ہر طرف امن کا ہی پیغام دیا جا رہا تھا لہذا یوڈ کو قبائلی روایات کے مطابق خصوصی طور پر شکار کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ اسے خاص ہتھیار بھی دیئے گئے تھے اور قبائلی روایات کی تاریخ کے عین مطابق اسے عزت و توقیر سے نوازہ گیا تھا۔ ان دو ہفتوں میں وہ جتنی عیاشی کر سکتا تھا اس نے وہ کی اور جب اس کا دل بھر گیا تو اسے خفیہ طور پر افغان مہاجرین کے روپ میں پاکستان داخل کر دیا گیا۔ وہ سب سے پہلے پشاور پہنچا چند روز تک زمینی حقائق سے روشناس ہو تاہم پھر اس نے ایک ٹرک والے بھائی کے ساتھ اسلام آباد کی طرف رخ کیا اور روانہ ہو گیا۔

پشاور میں چند روز کے قیام کے دوران اس کی خفیہ ملاقاتیں جاری رہی جس میں اس نے مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کے حوالے سے پیشگی حکمت عملی پر غور کیا اور ان ملاقاتیوں کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ اسلام آباد میں پیش آنے والے حالات کے حوالے سے اپنا لائن آف ایکشن مرتب کر سکے۔ جو لوگ اس سے ملے وہ ہماری تحقیق کے مطابق پہلے ہی بہت متنازع تھے اور ان کے تانے بانے بھارت سے ملتے تھے۔ سواس گیم میں تنہا امریکہ شریک نہیں تھا بلکہ بھارت کی خفیہ ایجننسی کے پیچھے ہونے کے شواہد بھی مل رہے تھے۔ وہ تمام لوگ جن سے وہ ملاتھا وہ ہماری ہٹ لسٹ پر تھے اور ہمیں متعدد سنگین وارداتوں میں انتہائی مطلوب تھے۔ ہم نے اس وقت چھیڑ نامناسب نہیں سمجھا بلکہ اسے اپنا کام کرنے کے لئے اس کے راستے میں بالکل حائل نہیں ہوئے۔۔۔۔۔



مجھے یاد نہیں کہ میری بے ہوشی کے دوران کیا کیا ہو تاہم اور میں کب تک بے سدد رہا، بس میرے ذہن پر اندر ہیرے کی ایک تہہ جسی ہوئی تھی۔ وہ اندر ہیرا بہت گہرا اور لامتناہی تھا اس کی وسعتوں کا اندازہ کرنا میرے بس میں نہیں، وہ ایک عجیب کیف تھا ایک پر اسرار سرور تھا جس میں میں نہ چاہتے ہوئے بھی جھوم رہا تھا۔ مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے میں ایک تاریک وادی میں اتر گیا ہوں جہاں ہر پل موت اپنی بانہیں کھولے میر انتظار کر رہی تھی۔ اب آئی کہ تب آئی نہ جانے کب آئی اور پھر آکر مجھے اپنی آغوش میں سمیٹ لے گی۔ میں وقار علی جان پورے یقین سے یہ بات بیان کر رہا ہوں کہ مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا بلکہ موت تو میری محبوبہ ہے۔ اسے لگ کر دنیا کی ان رنگیوں کو خیر باد کہنا ہی میری زندگی کی خواہش تھی، ہے اور رہے گی۔ مگر خواہش رکھنا ایک بات

ہے اس کا مزہ چکھنا ایک اور بات۔ اگر اسے امتحان کہتے ہیں تو اس کا ذائقہ تو میں کئی بار چکھے چکا ہوں، اس کی لذت کا لطف میں کئی بار پا چکا ہوں۔ اے تاریک وادی کی موت آجائی مجھے اپنی بانہوں میں سمیٹ لے مجھے اب مزید انتظار مت کروا، آجائی مرے وجود سے لگ جا۔ تیری سانسوں کے ساتھ میری سانسیں ملیں اور میرے وجود میں اتر کر میری روح کو مجھے سے الگ کر دے تاکہ میں جو اپنے دل میں تیری جتجو لئے اپنی عمر کاٹ رہا ہوں ہر پل ٹرپ رہا ہوں ہر پل سک رہا ہوں اس سے مجھے ہمیشہ کے لئے آزادی مل جائے۔ نہ جانے میں کن جذبات میں بہے چلے جا رہا تھا۔ کہاں اور کس دنیا میں تھا معلوم نہیں۔ پھر وہ وقت آیا جب میں سیاہ وادی کی سرحد پار کر کے آہستہ آہستہ شعور کی دلیز پر قدم رکھنے لگا۔ وہ وقت کتنا طویل تھا کہ جب میں سیاہ وادی میں بھکٹا رہا اس کا تعین کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ یہ وقت کا وہ حصہ تھا جب میں شعور کی رقم سے بے نیاز زندگی اور موت کی کشمکش میں الجھتا رہا۔ ان کیفیات کو پوری طرح سمجھنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ البتہ ان احساسات کی ترجیمانی میں الفاظ کی صورت میں کردی تاکہ آپ لوگ اسے جو معنی پہنانا چاہیں پہنادیں۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ وہ جذب و مستی کی ایسی کیفیت تھی جس کا اظہار پوری طرح سے ممکن نہیں۔

شعور کی دلیز پر پہنچتے ہی میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایک ستارہ ساچ کا جور فتہ اپنی ہیئت تبدیل کرتے ہوئے اپنی اصل حیثیت سے مزید بڑا اور روشن ہوتا چلا گیا۔ اندھیرے کی تہہ آہستہ آہستہ میرے ذہن سے علیحدہ ہوتے ہوئے روشنی کی ایک نئی تہہ کو میرے ذہن میں اپنی جگہ دیتی چلی گئی۔ جوں جوں میرا شعور بیدا ہونے لگا ویسے ویسے میں اپنے آپ کو پہچانے لگا۔ اس کے بعد جس خیال نے سب سے پہلے میرے لاشعور کے دروازے پر دستک دی وہ میرے خالق کا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں اس سے جڑے دیگر خیالات بھی مضبوطی سے اپنی جگہ بناتے چلے گئے کہ میرا رب ایک ہے اسی نے مجھے جنم دیا اور بطور مسلمان میرا یہی عقیدہ ہے کہ میں صرف اسی کی عبادت کروں اور اس کے سوا کسی کو بھی اپنے قریب نہ بھکلنے دوں۔ وہی میرا معبد برحق ہے، صرف وہی ہے جو مجھے رزق دیتا ہے اور صرف وہی ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس اعتبار سے میں جو کچھ بھی ہوں صرف اسی کا محتاج اور اسی کے در پر سوالی ہوں۔ جب میرے لاشعور نے مجھ پر میرا عقیدہ واضح کیا تو میں نے بے اختیار اپنے رب کر شکر ادا کیا کہ اس نے میری تخلیق کی اور اپنا ایک بندہ بنایا۔ مجھے ایسا سکون ملا جو میں بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے یہ جان کی بہت اطمینان ہوا کہ میں مسلمان ہوں اور بطور مسلمان میرا ایمان ہے کہ صرف اپنے رب پر بھروسہ کروں۔ اگر اس نے میری

زندگی رکھی ہے تو وہ ضرور مجھ سے کوئی کام لینا چاہتا تھا اور اس میں ضرور اس کی کوئی مصلحت ہو گی۔ وہی جانتا تھا کہ وہ مجھ پر کیا احسان کرنے والا تھا اور مجھ سے خود اس نے کیا کام لینا تھا۔

اس کے بعد جو دوسرا خیال میرے لا شعور سے عود کر میرے دماغ کی اسکرین پر آیا وہ میری دھرتی ماں پاکستان کا تھا، وہی تو ہے میرا اصل عشق، میرا جنون، میری دیوانگی، میں مر تو سکتا ہوں مگر اپنے پیارے پاکستان پر کوئی آنج نہیں آنے دے سکتا۔ پاکستان میری زندگی کا مقصد، میرا ایمان میرا سب کچھ جس کے بغیر میری زندگی ادھوری تھی، میں ادھورا تھا میری روح پیاسی تھی۔ وہ زندگی ہی کیا جس میں مقصد نہ ہو یا وہ کسی بھی مقصد یا مشن سے خالی ہو۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کا اس دنیا میں کوئی مقصد نہیں اس یہ ضرور سوچنا چاہے کہ وہ یہاں آیا ہی کیوں؟ اگر بھارتی فلمیں اور گانے سن کر ہی اس دنیا سے چلے جانا ہے تو پھر اسے اپنی عقل و دانش پر ماتم ضرور کرنا چاہیے۔ میرا مقصد تو میری روایت شروع ہوتے ہی آپ پر واضح ہو گیا تھا اور وہ ہے پاکستان جو لا محدود جذبے، جرات، بہادری اور تڑپ کا نام ہے۔ یہ میرے وجود میں اک روح کی مانند ہے کوئی لاکھ سر پیٹھ لے مگر مجھے میرے مقصد سے دور نہیں کر سکتا۔ جب آپ کے سامنے آپ کی زندگی کا مقصد واضح ہو تو پھر وہ مقصد وقت کے ساتھ ساتھ پیار میں تبدیل ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر وہی پیار کچھ اور پختہ ہو کر دیوانگی میں بدل جاتا ہے۔ جب وہی دیوانگی اپنی آخری حدود کو چھوڑ ہی ہوتی ہے تو انسان مد ہوش ہو جاتا ہے اور پھر اسی مد ہوشی کے عالم میں کیا جانے والا رقص انسان کو اپنی زندگی کا مقصد پورا کرنے کا سامان فراہم کرتا ہے اور آدمی کے ہاتھوں سے پھرنا ممکن بھی ممکن ہونے لگتا ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ تھا اور جب ہوا تو پھر ٹوٹ کر ہوا۔ پھر جب انسان کسی چیز کو ٹوٹ کر چاہے تو وہ چیز پلٹ کر اسے بھی وہ سب کچھ دیتی ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے۔

خیالات کی رو میں بہہ کر ایک اور خیال نے مجھے پھر اپنی طرف متوجہ کر لیا اور وہ یہ تھا کہ دھرتی ماں نے میرے ذمے ایک ایسا کام لگایا ہوا ہے جس کو انجام دیتے ہوئے میں شعور کی سرحد کو عبور کرتا ہوا تاریک وادی میں اتر گیا تھا اور پھر اب میں رفتہ رفتہ واپس شعور کی دلیز سے ہوتا ہوا اپنی یادداشت کو بجال کرتا ہوا زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا۔ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس وقت جو لبادہ میں نے اوڑھ رکھا تھا اب مجھے اس کی یاد تین یاد آنے لگی تھی۔ مجھے جو کردار بھانے کے لئے دیا گیا تھا اب مجھے اس کی یاد آنے لگی تھیں۔ وہ تو باتوں کا ایک عظیم الشان سمندر تھا جسے عبور کرتا ہوا میں اپنے آپ کو زندگی کے قریب اور موت سے دور کر رہا تھا۔ اب مجھے اس کردار میں دوبارہ اترنا تھا، وہ میرے اصل عقیدے سے میرے اس کردار کے عقیدے سے بالکل مختلف

تھا۔ میں اس وقت ایک یہودی ہونے کا دم بھر رہا تھا سو مجھے اب اس کے ساتھ انصاف کرنا تھا اور جہاں انصاف کے نام آگیا تو پھر یہ صرف برائے نام نہیں تھا مجھے اس کے انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا تھا۔ اس سے کیا مراد تھی؟ یا اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کا کیا مطلب تھا تو وہ سادہ سی زبان میں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے ڈیوڈ کی شخصیت میں ڈوب کر ایک اداکار کی طرح اس کی زندگی کے ہر گوشے کی ہو بہو ویسے ہی نکل کرنی تھی جیسا کہ مجھے کرنے کو کہا گیا تھا۔ لہذا اسی کو پورا کرنے کے لئے میں اپنے کردار میں ڈوب گیا تھا۔ اس کے چلنے پھر نے اٹھنے بیٹھنے اور عادات و اطوار کی خوب مہارت کے ساتھ کاپی کرنی تھی نہ صرف کرتل اشر اور اس کے گروپ کے سامنے بلکہ ڈیوڈ اور ڈائمنڈ کے گروپ کے ہر دشمن کے سامنے تاکہ مجھ پر کسی کو بھی شک نہ ہو اور میں احسن طریقہ سے اپنا کام کرتا چلوں۔ مجھے اپنے ماضی کی ایک ایک بات یاد آنے لگی اور پھر میں اس گھرے سمندر میں اترتا چلا گیا۔ ان علامات سے ایک بات تو واضح ہو گئی تھی کہ میری یاد اشت بالکل ٹھیک تھی، کیونکہ ایسے موقعوں پر اکثر ایسا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ میں نے ایک بار پھر اپنے رب کا شکر ادا کیا بے شک اس کے مجھ نہ چیز پر بے پنا احسانات تھے جس کا میں جتنا شکر ادا کرتا وہ کم تھا بے شک وہ قادر مطلق ہے جس کو دیتا ہے تو بے انتہا دیتا ہے۔ اس کی نعمتوں کا شمار میرے کیلکولیٹر کی گنتی میں ہی نہیں تھا۔—

مجھے گز شستہ واقعات یاد آنے لگے جہاں پر آکر میرے شعور کی گاڑی تھم گئی تھی اسے دوبارہ روائی کرنا بہت ضروری تھا جو ان تمام واقعات کو یاد کر کے ترو تازہ کر کے ہی ممکن تھا۔ آخری دفعہ جو واقعہ میرے ساتھ ہوا تھا وہ میرے لئے کچھ نیا نہیں تھا بلکہ ایک عمر گزری تھی مجھے ایسے واقعات میں زندہ رہنے کی تواب تو عادت ہو گئی تھی۔ ان حالات میں کس طرح پیش آنا ہے اس کی بھی و قافو قتاڑینگ ہوتی رہتی تھی۔ اب بھی کسی فلم کی مانند میرے ذہن میں تمام واقعات ایک بار پھر سے چلنے لگے کہ جب میں بلیک ڈائمنڈ گروپ کے سربراہ کرنل اشر کے ساتھ اس کے آفس میں تھا اور اس نے مجھ سے آئندہ پیش آنے والے عالمی حالات پر پہلے سے کی گئی اپنی پلاننگ کے تمام بیوپر نٹس دکھائے جس میں اس نے مجھے واضح کیا کہ کس طرح آئندہ آنے والے دنوں میں مسلمان ملکوں کے ملک صفحہ ہستی سے مٹتے چلے جائیں گے اور تمام واقعات خصوصاً مشرق و سلطیخ میں پیش آئیں گے اور اس کے نتیجے میں ایک نئی مسلمانوں کی خلاف کا اعلان ہو گا۔ جس میں ایک نیا خلیفہ وقت لوگوں سے اپنی اطاعت قبول کرنے کا کہے گا اور لوگ اس کے عشق میں جہاد کا نام استعمال کر کے لوگوں کا قتل عام کریں۔ ان حیران کن سیاسی حالات میں سب سے زیادہ قتل مسلمانوں کا ہو گا اور

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ایڈ فری لنکس

ہائی کوالٹی پیڈھی ایف

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل دینجہ

کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلوڈ نگہ

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائیں کریں

<http://twitter.com/paksociety1>

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائیں کریں

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائیں

کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا دیب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لا بھریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

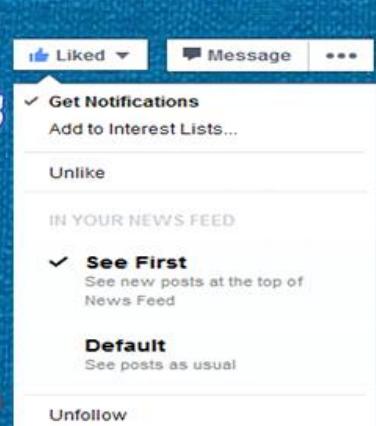
بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے ایچ پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

**Dont miss a singal one of
your Favourite Paksociety's
Update !**

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done



مسلمان خود ہی ایک دوسرے کا قتل عام کریں گے اور پھر فخر سے کہیں گے کہ دیکھا ہم نے اتنے لوگوں کو مارا بلکہ وہ تو در حقیقت یہ سمجھیں گے کہ وہ جہاد کر رہے ہیں۔ اسی گفتگو کے دوران اس نے مجھے آفر کی تھی کہ وہ مجھے نائن الیون کے بعد اپنی کسی خفیہ عبادت گاہ میں لے جائے گا اور اپنی عبادت کا ایک نظارہ کروائے گا مگر اس نے مجھے اس کام میں اپنا راز داں بنایا تھا اور کہا تھا کہ میں اس کا ذکر کسی سے نہ کروں۔ میں نے نیم رضامندی تو ظاہر کر دی تھی مگر مہلت مانگی تھی کہ میں سوچ کر بتاؤں گا اس کے بعد میں وہاں سے سیدھا میں اپنی رہائش گاہ چلا گیا تھا اور پھر آرام کرنے کے بعد میں وہاں سے انہی کپڑوں میں ہو ٹل چلا گیا تھا۔ وہاں پر میں گلاب کے چھوٹ کی مدد سے ایک خاموش تحریر کو ڈالفاظ میں ٹشوپپر پر لکھی تھی اور پھر اسے میں نے اپنے راجح طریقہ کار کے مطابق کوڑے داں میں پھینک دیا تھا۔ مگر اچانک وہیں پر میری مدد بھیڑ نامعلوم افراد سے ہو گئی تھی جنہوں نے مجھے تھوڑی سی محنت کے بعد دھر لیا تھا اور جو آخری تاثری خیال میرے ذہن میں تھا وہ یہ کہ میں بری طرح سے پکڑا گیا ہوں اور اب بہت نقصان ہو سکتا تھا۔

وہ نامعلوم حملہ آور جو کوئی بھی تھے انہیں ایک تو میری جان عزیز تھی اور دوسرا میں خود، اس بات کا خیال از خود ہی میرے دماغ میں اس لئے آیا تھا کیونکہ میں اب تک زندہ تھا اور یہی وہ سب سے بڑی دلیل تھی جس کی بنابر میں نے یہ رائے قائم کی تھی۔ میرے حملہ آور کون تھے اور انہوں نے میرے ساتھ میری بے ہوشی کے دوران کیا سلوک کیا تھا اس بات کو جاننے کے لئے ضروری تھا کہ میں اپنی آنکھیں کھول کر اپنے گرد و پیش کا جائزہ لوں۔ مجھے خود پر اتنا بھروسہ ضرور تھا کہ حالات جو بھی ہوں میں ان پر قابو پالوں گا۔

آنکھیں کھولنے کا ارادہ کرتے ہی میرے سر میں درد کی ایک شدید اہم نے انگڑائی لی اور میں تکلیف کی شدت سے ہلاکا سکراہ اٹھا۔ میں نے بلا اختیار آنکھیں کھولنے کی کوشش کی جو بری طرح سے ناکام ثابت ہوئی کیونکہ میری آنکھیں عجیب حیرت انگیز طور پر بھاری معلوم ہو رہی تھیں، ان کا وزن غیر معمولی طور پر زیادہ معلوم ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ شدید انداز میں دکھ بھی رہی تھیں۔ لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور کوشش کرتا رہا لیکن میری آنکھیں تھیں کہ کھلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں عجیب بے بسی تھی۔ مجھے اس معاملے میں کافی حیرت بھی ہوئی کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا۔ کیا کہیں اس دوران میری بینائی تو ضائع نہیں ہو گئی تھی؟ کیا میں واقعی اب دیکھنے کے قابل نہیں رہا تھا؟ لیکن اگر ایسا نہیں تھا تو میری آنکھیں کیوں کھل رہی تھیں؟ بہت سوچ بچار کے باوجود بھی مجھے کوئی وجہ سمجھنے آئی لیکن میں درد کے باوجود برابر کوشش کرتا رہا کیونکہ خدا کی امید سے میں کبھی بھی ما یوس نہیں ہوا تھا۔ پہلے صرف سر میں درد تھا اب آنکھوں کے درد نے بھی اپنا حصہ ڈال دیا تھا۔ اس دوران مجھے دور کہیں سے ڈول

بجنے کی آواز آنے لگی اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کچھ لوگ مجھے اٹھا کر کہیں لے جا رہے ہوں۔ مجھے تھوڑی مزید حیرت ہوئی اور دل میں سوال پیدا ہوا کہ مجھے جو لوگ اٹھا کر لے جا رہے ہیں وہاں ڈھول کیوں نج رہا تھا؟ وہ لوگ یقیناً میرے اغوا کرنے والے ہی ہونگے اور مہذب دنیا کے رہنے والے ہونگے اور اکیسویں صدی میں ڈول وغیرہ کا تصور کچھ عجیب بھی تھا اور میرے لئے قدرے حیرت کا باعث بھی۔ پھر خیال آیا کہ کہیں میں کسی خواب کی حالت میں تو نہیں ہوں؟ مگر اپنے جسم کو جو ہچکو لے اور جھٹکے لگ رہے تھے وہ مجھے حقیقت کے ہونے کا پتہ دے رہے تھے۔ میں نے تھوڑی سوچ بچار کے بعد خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ جو ہونا تھا تو وہ ہو جائے کیونکہ فل الحال تو میں بے بس تھا۔ اوپر والا مجھے جہاں لے جائے اس کے آسرے پر چلا جاؤں گا اور موقعہ ملتے ہی کوئی مزید جدوجہد کروں گا۔

نہ جانے کتنی دیر وہ لوگ مجھے یوں ہی اٹھائے چلتے رہے، وقت کی کمان اب ان کے ہاتھ میں تھی اب میں انہی کے ہی سپرد تھا اور اب اگر وہ چاہتے تو مجھ پر وقت کو بھاری کر سکتے تھے۔ فل الحال تو قدرت ان پر ہر لحاظ سے مہربان دکھائی دیتی تھی۔۔۔۔۔



ڈیوڈ پشاور سے ظہور خان کے ٹرک پر روانہ ہوا اور کوئی دودن کے بعد اسلام آباد پہنچا تھا۔ بظاہر وہ ٹرک پر مختلف قسم کے فروٹس بہت سے ڈبوں میں لوڈ کر کے سفر کرتا تھا مگر در پر دہ دہ ہیر و ٹین سیمیت دیگر نفع آور ادویات کو غیر قانونی طور پر اسمگل کر کے اسلام آباد لاتا تھا۔ پھر وہاں وہ ایک خاص پرانی طریقے سے آف لوڈ کر دیتا تھا اور اس کا یہ دھنہ پولیس کی سرپرستی میں بڑے احسن طریقے سے چل رہا تھا۔ ہماری ایجنسی کا چونکہ وہ ڈوبوں نہیں تھا لہذا ہم نے کبھی بھی اس قسم کے معاملات میں مداخلت نہیں کی تھی۔ پولیس جانے اور اس کا کام اگر ہم چاہتے تو مداخلت کر سکتے تھے مگر اکثر ان کے دفاع کے لئے ہمارے سیاست دان کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر وہ ایٹری چوٹی کا ذریغہ لگادیتے تھے کہ وہ ہمیں ان معاملات میں دخل اندازی کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ ویسے بھی ہمارے اور بھی بہت سے اہم کام ہوتے ہیں ملک کے داخلی اور خارجی اسکیورٹی سے متعلق حالات پر مکمل طور پر نظر رکھنا ہی ہمارا کام ہوتا تھا۔ جس کا کئی دفعہ نقصان یہ ہوتا تھا کہ غیر ملکی ایئی جنس ایجنسیاں انہی انڈرولڈ مافیا ز کو استعمال کر کے ملک کے عمومی حالات پر اثر انداز ہوتی تھیں۔ لیکن جب بھی ہمیں ان کے ملوث ہونے کے مکمل شواہد مل جاتے تو پھر ہماری پوری کوشش ہوتی تھی کہ سویلین حکومت یا پولیس کے اعلیٰ افسران پر دباؤ ڈالو کر انہیں پکڑوادیا کرتے تھے۔ کئی دفعہ یہ ممکن

ہو جاتا تھا مگر بہت دفعہ معاملات ہمارے اختیار میں نہیں ہوتے تھے مگر ملک کی داخلی صورت حال کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے ہمیں ان غیر ریاستی عناصر کے بعض دفعہ ہمیں مجبوری کے تحت بھی اٹھانا پڑتا تھا۔۔۔

خیر ظہور خان کی ڈیلویری سے ہماری کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر اس کے نیٹ ورک سے بہت زیادہ تھی کیونکہ وہ واضح طور پر ڈیوڈ کی مدد کر رہے تھے اور ان معاملات کو ہم سو لیین حکومت کے حوالے ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔ اس معاملے میں پولیس پر بھی اعتبار کرنا ہمارے سامنے ان کو خطرے میں ڈالنے کے متزاد فہم تھا۔ اسلام آباد میں ڈیوڈ کا قیام انڈروالڈ کے سب سے بڑے اور بدنام زمانہ ڈان عابد ڈان ہمارے خوف سے پاکستان تو نہیں آتا تھا مگر اس کا گروہ در پردہ ہمارے خلاف اکثر کام کرتا تھا۔ عابد ڈان کا قیام خفیہ طور پر بر طانیہ تھا مگر اس کے گروہ کی سپورٹ سماو تھا افریقہ کے ذریعے بھارت کرتا تھا۔ عابد ڈان کا تعلق پاکستان کے صوبہ پنجاب کے جنوبی حصہ سے تھا۔ ڈیرہ غازی خان سے وہ اپنا خوف ناک گینگ آپریٹ کرتا تھا پھر اس نے غیر ریاستی سرگرمیوں کے لئے در پردہ بھارت سے مدد لینا شروع کر دیں تھیں۔ ابتداء میں تو وہ نچلے درجے کے کرام میں ملوث رہا تھا مگر رفتہ رفتہ وہ اپنا اثر سوچ بڑھاتا ہوا کراچی تک لے آیا تھا اور پھر وہاں سے بڑھتا ہوا بھارت کا اعلیٰ کاربن گیا تھا۔ پھر وہ اچانک غائب ہو گیا، بہت تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سماو تھا افریقہ اور بر طانیہ میں رہ کر اپنا پورا نیٹ ورک چلا رہا تھا۔ اس کا بظاہر دھنہ پاکستان میں منشیات فروشی اور غیر قانونی اسلحے کی اسمگنگ کرنا تھا جو بڑھتا بڑھتا بڑھتا ریاستی اور لوگوں کے خلاف ہو گیا تھا۔

ڈیوڈ کا عابد گینگ کے آدمیوں سے کے ذریعے آپریٹ کرنا کسی خطرے سے خالی نہیں تھا کیونکہ اس گینگ کی جڑیں پوری پاکستان میں پھیلی وہی تھیں اور جیسا کہ میں پہلے بتاچکا ہوں کہ ڈیوڈ کا پاکستان آنے کا مقصد ہمارے قومی ایٹھی سامنے ان کو قتل کرنا تھا۔ یہ بات تو ہمیں معلوم تھی مگر اس وقت ہماری حیرت کی کوئی انتہانہ رہی جب ہم نے عابد ڈان کو بذات خود ڈیوڈ کے ساتھ اسلام آباد میں دیکھا۔ عابد ڈان وہ بدنام زمانہ شخص تھا کہ جس پر قتل کے بے تحاشہ پرچے تھے مگر پولیس خوف کی وجہ سے اس پر کبھی ہاتھ نہیں ڈالتی تھی۔ یہ وہ بھیڑیا صفت انسان تھا جس نے خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے باپ کا قتل کر دیا تھا اور وہ لوگوں کو بڑے فخر سے بتاتا تھا کہ دیکھو اگر میں اپنے باپ کو نہیں چھوڑ سکتا تو باقی کسی کی میرے سامنے کیا اوقات۔ اس کے باپ کی موت انتہائی پر اسرار انداز میں ہوئی تھی۔ وہ راہ چلتے راستے میں اچانک گر گیا تو لوگ اسے اٹھا کر ہسپتال لے گئے، وہاں پہنچتے ہی پہلے اس کا جسم لال ہوا پھر حیرت انگیز طور پر تیز سبز رنگ کا ہو گیا۔ ڈاکٹروں کے مطابق اس کو کسی نے انتہائی ہوشیاری سے ایک انتہائی خطرناک افریقی زہر دیا تھا جس

کی مقدار انتہائی قلیل تھی۔ چند ہی روز ترپنے کے بعد وہ گھرے نیلے رنگ میں تبدیل ہوا اور پھر اس کی موت ہو گئی۔ بعد میں عابد بڑے فخر سے کہتا تھا کہ دیکھا پولیس کو اب تک کوئی کلیو نہیں ملا کہ قاتل کون تھا وہ پھر ک پھر کے مر گیا۔ مگر پھر کبھی بھی اس حادثے پر آج تک حقائق واضح نہیں ہو سکے تھے اور نہ اس کی اپنے باپ سے عداوت کی اصل وجہ کسی کو معلوم ہو سکی تھی۔ عابد کا اسلام آباد میں ڈیوڈ کے ساتھ ہونا کیا کیا گل کھلا سکتا تھا اس کا اندازہ ہمیں آنے والے وقت میں ہو سکتا تھا اور اب ان دونوں کا سرو باب کرنے بے حد ضروری ہو گیا تھا۔



میں تو مجبور اور بے بس تھا۔ جو شخص اپنی آنکھ بھی انہتائی کوشش کے بعد کھول نہ پا رہا ہو تو وہ سوائے اپنے رب کی رحمت کے اور کس کی مد و نصرت کا طلب گار ہو گا۔ اس یقین کے پختہ ہونے کے بعد میں نے پکافی صلہ کر لیا تھا کہ اب خود کو میں ان بے رحم موجودوں کے حوالے کر دوں وہ مجھے جہاں چاہیں بہا کے لے جائیں۔ مجھے کچھ اچھی طرح سے یاد نہیں کہ ان کے چلنے کا عمل کب تک جاری رہا اور پھر اچانک انہوں نے مجھے لے جا کر ایک جگہ کچھ زمین پر گردایا۔ بلکہ گرا کیا دیا اگر میں یہ کہوں کے بری طرح سے ٹھیخ دیا تو بے جانہ ہو گا۔ اس دوران ڈھول کے آواز برابر میرے کانوں میں رس گھول رہی تھی بس فرق صرف اتنا تھا کہ اب وہ آواز بہت قریب سے آرہی تھی۔ جس سے مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہ ہوئی کہ میں کسی ڈول بجانے والے کے بہت ہی پاس ہوں۔ ایک بات جو قابل غور تھی وہ یہ کہ اس تمام عرصہ میں مجھے کوئی انسانی آواز سنائی نہ دی۔ خلاف توقع جو لوگ مجھے اغوا کر کے کسی ایسی جگہ پر لائے تھے جس کے پاس ڈھول نجح رہا تھا وہ سب کے سب یا تو گونگے تھے یا پھر جان بوجھ کر کسی خاص مصلحت کے تحت کوئی بات چیت نہیں کر رہے تھے۔ ایسا کیوں تھا اس کا مجھ پر جلد ہی اکتشاف ہونے والا تھا۔ اس سے قبل مجھے یہ اندازہ لگانے میں کافی دقت ہو رہی تھی اور میں کوئی خاص رائے قائم کرنے میں ناکام ہو رہا تھا کہ میں اس وقت کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں اور یہ اندازہ لگانا بھی میرے لئے فل الحال مشکل تھا کہ ابھی میرے ساتھ کیا ہونے جا رہا تھا۔

مجھے اس بے دردی سے ٹھیخ کی وجہ سے ایک کام تو یہ ہوا کہ میرے پورے جسم میں درد کی شدید لہر اٹھی اور اس نے مجھے بری طرح سے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مجھے اپنے وجود کا جوڑ جوڑ بری طرح سے بکھرتا ہوا محسوس ہوا ہوا میں صبر و استقامت سے سب کچھ اپنا امتحان جان کر برداشت کر تا رہا۔ اس کے ساتھ ہی اس اثناء میں ایک اور کام جو غیر ارادی طور پر ہوا وہ یہ تھا کہ میری ٹھوڑی سی

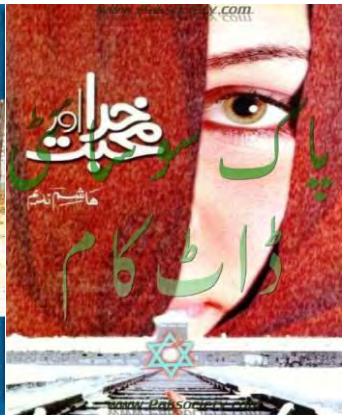
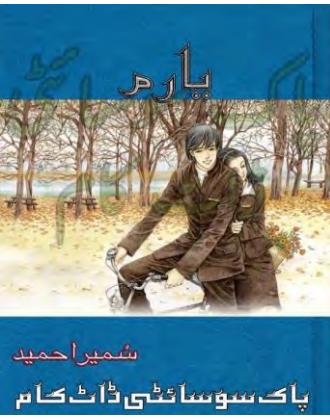
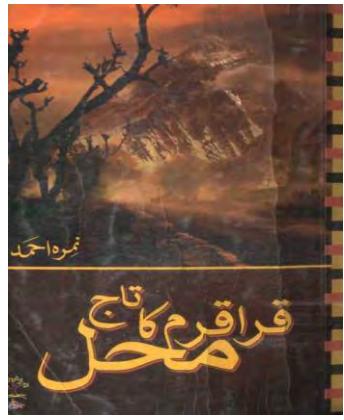
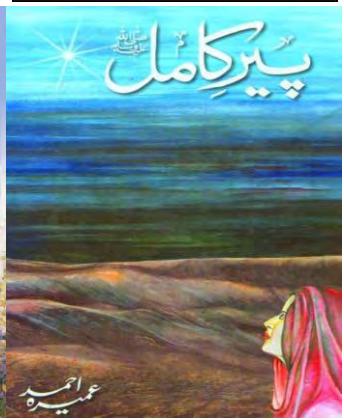
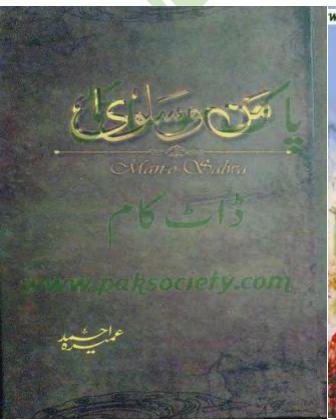
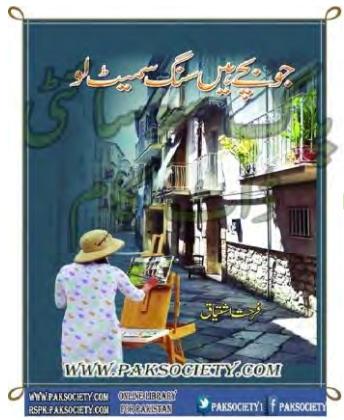
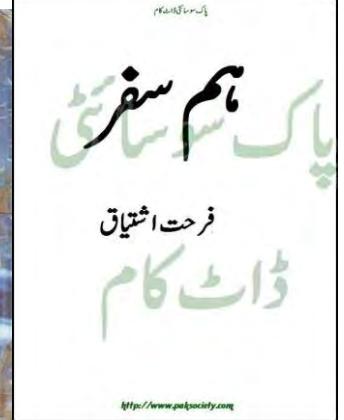
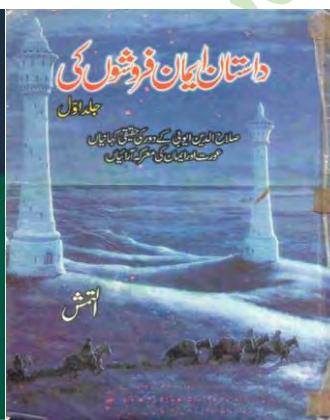
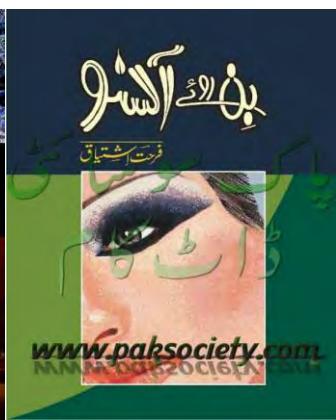
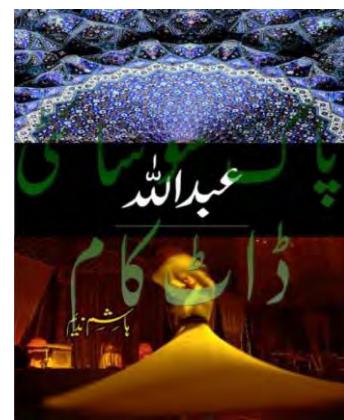
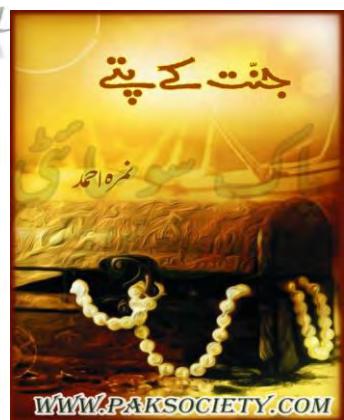
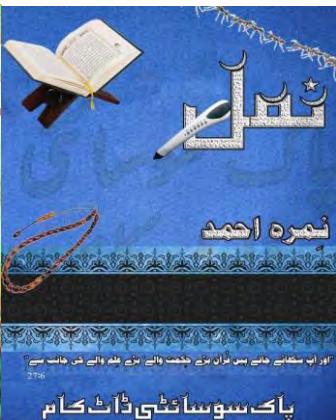
آنکھیں کھل گئیں اور حیرت انگیز طور پر ان سے بھاری پن بھی ختم ہو گیا تھا۔ جو مجھے پہلے شدت سے محسوس ہو رہا تھا میں نے کوشش کر کے اس بار مکمل طور پر اپنی آنکھیں کھول لیں اور بغیر کسی دقت کے یہ سب کچھ ہو گیا۔ آنکھیں کھلتے ہی اس سے قبل کے مجھ پر گرد و پیش کے حالات واضح ہوتے ان افراد نے مجھے انتہائی بے دردی سے ایک جھٹکے کے ساتھ کھڑا کیا اور پھر میرے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی کے ساتھ کھول کر دوستونوں کے ساتھ رسمی کے کی مدد سے باندھ کر مجھے کھڑا کر دیا۔ اس سے قبل کے میں اپنے سہارا پر کھڑا ہو تاڑ کھڑا کر نیچے گرنے ہی لگا تھا کہ مجھے پیچھے سے کسی نے اپنے آہنی ہاتھوں میں تھام کر میری گردن میں ایک اور رسمی کا پھند اڑا اور پھر اس سرے کو دوستونوں کے اوپر موجود ایک راڑ کے کیسا تھا خوب اچھی طرح سے کس کر باندھ دیا۔۔۔۔۔۔



عبد ڈان اور ڈیوڈ اسلام آباد کے پہاڑوں میں موجود ایک غار میں قیام پذیر تھے۔ یہ پہاڑی علاقہ انہوں نے حکومت سے مکمل طور پر خرید رکھا تھا۔ اس غار میں قیام پذیر ہونا اس بات کی دلیل تھا کہ وہ کافی عرصہ سے اپنا پرائیویٹ اڈا ہم سے چھپا کر پولیس کی پشت پناہی میں بنائے ہوا تھا۔ اس اڈے کی منظوری یقیناً سیاست دانوں کے ہی ایماء پر ہوئی تھی۔ بظاہر یہ پہاڑ پر موجود ایک غار ہی تھی مگر جب ہم نے اپنے انفار مر عبد گینگ میں داخل کرنا شروع کئے تو پتہ چلا کہ انہوں نے غار کے اندر پورا نیٹ ورک بنار کھا تھا جو تمام جدید ترین سہولیات سے مزین تھا اور اسلام آباد پاکستان کا درا حکومت ہونے کی وجہ سے اس کے نواح میں ہم اتنے بڑے خطرے کو کیسے پہنچ دے سکتے تھے۔ غار کے اندر زیر میں جدید ترین ہتھیار اور دیگر مشینی موجود تھی جس سے وہ نہ صرف امریکہ بلکہ بھارت سے بھی رابطہ میں تھے اور یہ سب کچھ سویلین حکومت کی مرضی اور منشاء کے عین مطابق ہو رہا تھا۔

عبد گینگ کے سربراہ عبد ڈان کے پاس شہر بھر کا نقشہ موجود تھا اور وہ ڈیوڈ کے ساتھ مل کر ایک بہت بڑی کارروائی کرنے کی منصوبہ بندی میں مصروف تھا۔ اسلام آباد کے نواح میں ہماری ایک سیکرٹ ریسرچ لیبارٹری موجود تھی جس میں ہمارے ملک کے سب سے بڑے ایٹمی سائنس دان جناب ڈاکٹر شاہد عباس کام کر رہے تھے۔ بظاہر تو ان کی اسکیورٹی انتہائی فول پروف تھی اور ان کی اور لیبارٹری کی حفاظت ہماری انتیلی جنس ایجنٹی کی زمہ داری تھی، جس کے لئے ہمارے انتہائی چاق و چوبند ایجنٹس اس کی چاروں طرف سے حفاظت کر رہے تھے مگر کسی بھی قسم کے خطرے کو خارج نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان کی جان ہمارے لئے بہت قیمتی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آن ٹائم بیسٹ سیلرز:-



تھی۔ ڈیوڈ کے آتے ہی ہم نے نہ صرف لیبارٹری کی اسکیورٹی ریڈارٹ کر دی تھی بلکہ پاک فوج سے باقاعدہ خصوصی تربیت یافتہ مکانڈوز کے دستے کو بھی وہاں اسکیورٹی کے فرائض نہانے کے لئے تعینات کر دیا تھا۔

ظہور خان کے ٹرک نے اسلام آباد شہر سے قبل ڈیوڈ کو ایک نک شاپ پر چھوڑ کر خود شہر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ جبکہ وہاں سے اسے ایک سیاہ شیشیوں والی ایک نئے ماؤل کی جدید ترین کار پچھ دیر بعد وہاں سے پک کر کے شہر کے اندر لے گئی اور پھر وہاں پر موجود ایک اور خفیہ پاؤنٹ پر لے جا کر اسے ایک کوٹھی میں چھوڑا گیا۔ پھر پچھ دیر بعد اس کوٹھی سے ایک اور کاربر آمد ہوئی جو اسے وہاں سے لیتی ہوئی پہاڑوں کی طرف روانہ ہوئی اور پھر پہاڑی سلسلے کے پاس آ کر اسے ڈرپ کر دیا گیا۔ وہاں ایک جیپ خصوصی طور پر اسے پک کر کے پہاڑ کے اوپر لے جا کر ایک غار کے اندر داخل ہو کر غائب ہو گئی۔ کافی تحقیق کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ یہ کوئی خفیہ اڈا تھا جس میں کوئی نہ کوئی غیر قانونی کام لازمی ہو رہا تھا۔

ہمارے ایجنس نے نہایت غیر محسوس طریقے سے ان کی مکمل ریکی کی تاکہ ان کی مکمل نقل و حرکت پر نظر رکھی جاسکے۔ اس دوران میں ڈیوڈ کا روپ دھارنے کے لئے مکمل طور پر تیار تھا۔ ایک طرف تو انگریزی ہو رہی تھی اور دوسری جانب مجھے ان کے بارے میں مکمل برینگ بھی دی جا رہی تھی۔ پھر اسی برینگ کے دوران میں ایک کھٹن امتحان سے گزر کر ڈیوڈ کے روں کو کرنے کے لئے میدان عمل میں بس آنے ہی والا تھا۔

میری ڈاکٹر دانش اسحاق صاحب سے باقاعدہ اپاؤنٹمنٹ طے تھی اور پھر وہ وقت آیا جب میری اور ڈاکٹر صاحب کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے دنوں میں کیا سے کیا بنادیا۔۔۔۔۔



آنکھیں کھلنے میں تو کامیابی ہو گئی تھی مگر منظر ابھی تاحال دھندا ہی تھا مجھے کچھ انسانی ہیوں لے نظر آرہے تھے۔ منظر غیر واضح اور مبہم تھا البتہ ڈھول بد سطون رج رہا تھا بلکہ اب تو اس میں شدت آگئی تھی اور وہ ایک خاص طرز پر بجا یا جارہا تھا جو میرے لئے بالکل نیا تھا میں نے اس سے قبل اس طرز کو کبھی نہیں سنتا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اپنے آپ کو چھڑوانے کی لاشعوری جدوجہد کیوں ناں کی ممکن تھا اگر کچھ کرتا تو شاید کچھ نیا ہو سکتا تھا مگر اگر کسی کی بینائی ہی ٹھیک طرح سے کام نہ کر رہی ہو تو تھوڑی وقت تو ضرور ہو گی بالکل ایسی ہی وقت کا سامنا میں نے بھی کیا لیکن اگر میں یہ کہوں کہ نہ جانے کیوں میرے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا جو

ہورہا تھا اس میں میرا اختیار شامل نہیں تھا میری لاکھ کوشش کے باوجود بھی اپنے اوپر ہونے والے تمام اقدامات کو روک نہیں پا رہا تھا۔ اندر سے جس قوت اور طاقت کی ضرورت تھی میں اس میں کمی شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ معلوم نہیں ایسا کیوں تھا مگر ایسا ہی تھا جیسے میں نے بیان کیا۔

مجھے مکمل طور پر مفلوج کرنے کے بعد وہ نامعلوم افراد مجھ سے دور ہو گئے۔ جو بھی کچھ ہورہا تھا وہ میری مرضی اور خواہش کے بغیر ہورہا تھا اور جب ایسی حالت ہو تو انسان دوسروں کے رحم و کرم و کرم پر ہوتا ہے۔ مگر مجھے اپنی قوت ارادی کو بحال کرنا تھا مجھے اپنی بینائی کو جلد از جلد واپس لانے کے لئے کوشش اور محنت کرنی تھی۔ مجھے ناکامی جیسے لفظ شدید چڑھتی اور میں اسے اپنی لغت میں رکھنے کا قابل نہیں تھا۔ عزت ذلت دینا میرے رب کے اختیار میں تھا لیکن کوشش کرنا میرے اختیار میں تھا اور وہ مجھے کرتے رہنا تھی اس کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں تھا۔

میں نے اعصاب اور جذبات پر قابو پا کر اپنی آنکھیں ہاتھ سے آہستہ کھولنا شروع کیں۔ یہ عمل میں نے دو تین دفعہ دھرا یا تو مجھے فائدہ ہونے لگا میری بینائی کے سامنے چھائی ہوئی دھنڈ پھٹنے لگی اور مجھ پر سامنے کا منتظر واضح ہونے لگا۔ پھر وہ وقت بھی آگیا کہ جب میں اپنے گردو پیش کو مکمل طور پر دیکھ سکوں تو اس وقت میری حیرت کی انہتانا رہی جب میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے نیم برہنہ جبشیوں کو کھڑے ہوئے پایا جنہوں نے اپنے جسموں پر جنگلی پتے لپیٹ رکھے تھے۔ ان میں ایک بہت بڑی تعداد عورتوں، بچوں اور دیگر لوگوں کی تھی یہ ایک وسیع و عریص میدان تھا جس کے عین وسعت میں ایک شخص ایک بہت بڑے ڈھول کے اوپر کھڑا اسے بے دردی سے پیٹ رہا تھا۔

ایک طرف ایک بڑے سے چبوترے کے اوپر ان کا جبشی سردار بیٹھا ہوا تھا اور بہت سے جبشی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے تھے۔ رات کانہ معلوم کون سا پھر تھا میں اس کا اندازہ ٹھیک طرح سے نہ کر سکا۔ جگہ جگہ بڑے بڑے الائو جلے ہوئے تھے جن کی روشنی سے سارا گردو پیش روشن تھا۔ جبکہ چاروں طرف گھنا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر سردار کے سامنے موجود سارے جبشی ایک دم سے سجدہ کی حالت سے اٹھے اور پھر انہوں نے بری طرح سے اچھلانا کو دنا شروع کر دیا۔ اسی اچھل کو د کے دوران انہوں نے اپنی مقامی زبان میں نعرے بازی بھی شروع کر دی جسے میں فی الوقت کوئی مفہوم پہنانے کے قابل نہیں

پاک سوائی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عمرہ احمد	صائمہ اکرم
نمرہ احمد	سعدیہ عابد
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر
قدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض
نگت سیما	فائزہ افتخار
نگت عبداللہ	سباس گل
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان
رفعت سراج	أم مریم

پاک سوائی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹ

خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ، آنجل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،
حنا ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسوسی ڈائجسٹ،
سرگزشت ڈائجسٹ، نئے افق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کادستر خوان، مصالحہ میگزین

پاک سوائی ڈاٹ کام کی شارٹ کش

تمام مصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کلڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابن صفی،

جاہسوی دنیا از ابن صفی، ٹورنٹ ڈاؤن لوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوائی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

تھا اور نہ ہی مجھے ان کی حرکات و سکنات دیکھ کر کچھ سمجھ آرہی تھی کہ اس کا کیا مطلب تھا۔ خیراب جو ہورہا تھا اسے ایک کھل
تماشہ کی حیثیت سے دیکھ کر اطف اندوں ہونا کا ارادہ کر کے میں اسے دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

ایسوں صدی میں ان عجوبوں کو دیکھ کر بہت اطف محسوس ہو رہا تھا۔ آج تک قصے کہانیوں میں ہی انہیں پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا مگر حقیقت میں اس کا نظارہ میری زندگی میں پہلی بار ہو رہا تھا۔ مجھے ان عجوبوں کو دیکھ کر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس اچھل کو دے ان کو کس قسم کی ذہن تازگی ملتی ہو گی۔ ڈھول اسی رفتار سے جاری تھا اور اب تoba قاعدہ نعرے بازی کے ساتھ رقص بھی شروع ہو گیا تھا۔ تمام جیشی جوانوں نے بڑھ چڑھ کر رقص میں حصہ لیا۔ وہ رقص کیا تھا؟ ایک بے ہنگم نیم برہنہ جسموں کا ایک عجیب و غریب اچھل کو داور نعرے بازی تھی۔ معلوم نہیں یہ کس خوشی کا وہ جشن منایا جا رہا تھا باظاہر وہ تاثر مجھے وہ یہی دے رہے تھے کہ انہوں نے مجھے اپنے کسی دیوتا یا شیطان کے نام پر بلید ان کرنا تھا۔۔۔۔۔!



(جاری ہے)

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔